مولانا محمد تقی امینی

قیادت کی تبدیلی اور امّت کی عالمی قیادت کا اعلان

اوپر یہ ثابت کیا گیا تھا کہ بنی اسرائیل دینی قیادت وسرداری کے لائق نہیں رہے۔ اب ایک نئی امت کی عالمی قیادت کا اعلان کیا جارہا ہے۔ ابتداء سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور خانہ کعبہ کے ذکر سے ہے ان دونوں سے دنیا کے لوگ ناواقف نہ تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظمت سبھی کے نزدیک مسلّم تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے حضرت اسحاقؑ وحضرت اسماعیلؑ۔ حضرت اسحاقؑ کی نسل سے بنی اسرائیل تھے اور حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے وہ لوگ تھے جن کو اب قیادت سپرد کی جاری ہے۔

اسی طرح خانہ کعبہ کی مرکزیت شروع ہی سے مسلّم تھی۔ وہ خالص اللہ کی عبادت کے لئے اللہ کا قدیم ترین گھر تھا جس کو کہا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ نے بنایا تھا اور جس کی ازسرِنو تعمیر باپ بیٹے (حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ) دونوں نے مل کر کی تھی۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ قرآن موجودہ کتابوں کے طرز پر نہیں ہے کہ اس میں ہر مضمون کے لئے الگ الگ عنوان وذیلی عنوان ہوں یا باب وفصل ہوں بلکہ اس کا مستقل طرز اللہ کی کتاب کا ہے۔ اس میں کسی مرکزی مضمون کو بیان کرنے کے لئے ان باتوں کو خاص طور سے ذکر کیا جاتا ہے جو اس سے ملی ہوئی جڑی ہوئی اور اس پر اثر ڈالنے والی ہیں: مثلاً اس جگہ مرکزی مضمون ایک نئی قیادت کا اعلان ہے۔ اس میں پہلے تاریخی حقیقتیں یاد دلائی گئیں۔ حضرت ابراہیمؑ وخانہ کعبہ کی مرکزیت بتائی گئی۔ آئندہ کشتوں کا ذکر کرکے قیادت کی باریکیوں اور نزاکتوں کی طرف توجہ دلائی

© rasailojaraid.com

.com

گئی۔ ظالم و نافرمان بندوں کے ذکر سے قیادت کی نااہلی ظاہر کی گئی۔ پھر حضرت اسماعیلؑ و خانہ کعبہ کی تعمیر کا ذکر کرکے ان کی تاریخی شرافت کو یاد دلایا گیا۔ اس کے بعد نئی قیادت کا اعلان ہوا وہ بھی ایک دم سے نہیں ہوا بلکہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی شکل میں، کہ اب اس کی قبولیت اور اس کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا ہے۔ پھر اس کی مناسبت سے ایمان و عمل (جو انسان کی فطری ضرورتیں ہیں) کو بیان کیا گیا۔ درمیان میں جہاں جہاں گمراہیوں کی نشاندہی کی ضرورت ہوئی یا تاریخ کی غلطیوں کو دور کرنے کی ضرورت ہوئی تو سلسلہ روک کر ان کی طرف توجہ کی گئی پھر آخر میں دور رنگ نئے قیادت کے لئے دستور العمل اور چند بنیادی انتظامات ذکر کئے ہیں اور ان سب کو ایک ہی سلسلہ میں جوڑا گیا ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(البقرۃ آیات ۱۲۴ ۔ ۱۲۹)

"اور جب ابراہیمؑ کو ان کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو انہوں نے ان کو پورا کر دیا فرمایا بلاشبہ میں تمہیں سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں، عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی

.com

(پیشوا بنائیے) فرمایا میرا وعدہ بے انصافی کرنے والوں کو نہ پہونچے گا[۲] اور جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لیے عبادت کا مرکز اور امن کی جگہ بنایا تو (ہم نے حکم دیا) کہ ابراہیمؑ کے جائے قیام کو نماز کی جگہ بناؤ[۳]۔ اور ہم نے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو ذمہ دار کیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک و صاف رکھیں[۴] اور جب ابراہیمؑ نے کہا اے میرے رب اس کو امن کا شہر بنا دیجئے اور اس میں رہنے والے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں ان کو ہر قسم کے پھلوں سے روزی دیجیے فرمایا ان میں جو کافر ہوں گے ان کو بھی کچھ دن فائدہ اٹھانے کا موقع دوں گا پھر انہیں دوزخ کے عذاب میں ڈال دوں گا۔ اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے اور جب ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (تو انہوں نے یہ دعا کی)۔ اے ہمارے رب ہماری طرف سے قبول فرما لیجیے بے شک آپ ہی سننے والے جاننے والے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنا مسلمان (فرمانبردار) بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی امتِ مسلمہ (اپنی فرمانبردار امت) بنائیے اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے سکھا دیجئے اور ہماری توبہ قبول فرمائیے۔ بے شک آپ بڑے ہی توبہ قبول کرنے والے رحم کرنے والے ہیں[۵] اے ہمارے رب ان (ہماری اولاد) میں ایک رسولؐ انہی میں سے بھیجیے جو ان تک آپ کی آیتیں پہونچائے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور انہیں صاف ستھرا رکھے بے شک آپ ہی غلبہ والے اور حکمت والے ہیں[۶]۔"

●

[۱] ابراہیمؑ نہایت ہی جلیل القدر پیغمبر کا نام جس کا ترجمہ "اَبٌ رَحِیمٌ" (رحم کرنے والا باپ) ہے۔ پیدائش ۲۱۶۰ ق م وفات ۱۹۸۵ ق م۔ عمر مبارک اس حساب سے ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال ہوتی ہے۔ آبائی وطن بابل یا کلدانیہ (جس جگہ اب عراق ہے) کا شہر اُور (UR) تھا۔ خاندان مصر کے شاہی خاندان کی ایک شاخ تھا۔ حضرت ہاجرہؑ اسی شاہی خاندان کی تھیں جو حضرت ابراہیمؑ کی دوسری بیوی اور حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ تھیں۔

© rasailojaraid.com

۲ہ اللہ اپنے خاص بندوں کی بڑی بڑی آزمائشیں کرتا ہے جو اُس بلند مقام کو حاصل کرنے میں کام دیتی ہیں جو اللہ کی طرف سے ان کو ملنے والا ہوتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جب تک دل و دماغ کے آبگینہ کو آزمائشوں کے پتھر سے کچلا نہیں جاتا ہے اس وقت تک وہ چمک پیدا ہی نہیں ہوتی جو اس بلند مقام کے لئے درکار ہے۔ آزمائشوں سے اندرونی زندگی میں کیا کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں اس میں کیسی کیسی صلاحیتیں ابھاری جاتی ہیں اور کن کن قوتوں کو دبایا جاتا ہے؟ یہ بحثیں جتنی نفیس ہیں اتنی ہی ان کی طرف توجہ کم دی گئی ہے۔ جدید دنیا سے تو اس بنا پر شکایت نہیں ہے کہ اسکی اندرونی و نفسیاتی) زندگی کی بحثیں یک رخی اور نہایت ناقص ہیں اصل شکایت تو ان لوگوں (مذہبی نمائندوں) سے ہے جن کے نعمت خانہ میں علم کی یہ نعمت بھی موجود ہے اور وہ اس سے محروم ہیں۔ صوفیاءِ کرام کے یہاں اندرونی (نفسیاتی) زندگی کے مباحث بہت ہیں اور نفیس بھی ہیں لیکن ان پر پردہ پڑا ہوا ہے ان کو جدید انداز میں ڈھالنے، آگے بڑھانے اور علم کی شکل دینے کی ضرورت ہے

اللہ کے اس مقررہ قاعدہ کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی بھی بڑی آزمائشیں ہوئیں اور وہ ان میں پورے اترے پھر ان کی دینی قیادت و پیشوائی کا اعلان ہوا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا بلند مقام حاصل کرنے کے لئے یہ آزمائشیں ضروری تھیں۔

قرآن میں ان آزمائشوں کا ذکر مختلف جگہوں میں آیا ہے وہ ایک دو نہیں کئی ہیں بلکہ پوری زندگی ہی آزمائشوں میں گھری ہوئی نظر آتی ہے۔ مثلاً آگ میں کود پڑنے کا حکم ہوا کود پڑے۔ حکومتِ وقت سے ٹکرانے کا حکم ہوا ٹکرا گئے۔ قوم و وطن اور خاندان چھوڑنے کا حکم ہوا چھوڑ دیا۔ بیوی اور بچے کو جنگل و بیابان کے حوالہ کرنے کا حکم ہوا حوالہ کر دیا بیٹے کی گردن پر چھری چلانے کا حکم ہوا تو اس کے لئے تیار ہو گئے اور یہ سب کچھ بلا چون و چرا کیا نہ وجہ پوچھی نہ فلسفہ معلوم کیا اور نہ اجر و ثواب سے واسطہ رکھا بس حکم تھا جس کے آگے جھک گئے۔

۲ہ قیادت و پیشوائی کا جو مقام باپ کے لئے تجویز ہوا باپ نے فوراً بعد ہی اسی کی تجویز اپنی اولاد کے لئے بھی اللہ کے حضور پیش کر دی۔ اُدھر سے جواب ملا کہ یہ منصب سب کے لئے نہیں ہے ـــــ ان لوگوں کو نہیں دیا جاتا ہے جو اپنے ساتھ، دوسروں کے ساتھ اور اپنے دین کے ساتھ انصاف نہ کر سکیں جیسا کہ اوپر یہودیوں کے حال میں سب کے ساتھ

.com

بے انصافیاں گذر چکی ہیں۔

آیت میں جس طرح باپ کی فطری خواہش کی طرف اشارہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنی اولاد کو سربلند دیکھنا چاہتا ہے (شاید یہی ایک رشتہ ایسا ہے جو حسد وجلن سے پاک ہوتا ہے)۔ اسی طرح اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دینی قیادت وپیشوائی کا منصب اعمال وکردار کے لحاظ سے خاص لوگوں کو دیا جاتا ہے نہ حسب ونسب کی بناء پر ملتا ہے اور نہ ہر کس وناکس کو دیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو قیادت کی تبدیلی کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟ بنی اسرائیل موجود تھے جو حسب ونسب میں کسی سے کم نہ تھے اور عرصہ تک اس منصب پر فائز بھی رہے تھے لیکن اب وہ ظالم بن گئے تھے جو کسی کے ساتھ انصاف نہ کر سکتے تھے نہ اپنے ساتھ نہ دوسروں کے ساتھ اور نہ اللہ کے دین کے ساتھ۔ یہ قرآن کے بیان کی جامعیت ہے کہ اس نے ایک لفظ (ظالم) میں تمام ان خرابیوں کو سمیٹ دیا جو قومی وجماعتی زندگی میں پیدا ہو کر اس کو نااہل وناکارہ بنا دیتی ہیں اور جن کا ذکر یہودیوں کی نااہلیت ثابت کرنے کے لئے بہت دور سے چلا آرہا تھا۔ اس جگہ (قیادت کی تبدیلی کے موقع پر) لفظ ظالم کی تشریح اور اس کو سمجھنے میں یہودیوں کا پچھلا حال "سند" کے درجے میں ہے۔

۷۔ یہاں تین لفظ ہیں تینوں تاریخی اہمیت رکھتے اور بڑی غلط فہمی کو دور کرتے ہیں۔

(۱) مثابۃ (۲) مقام ابراہیم اور (۳) مصلّٰی

"مثابۃ" کے معنی مرکز اور مرجع کے ہیں یہودیوں نے بیت المقدس کو مرکز ومرجع بنا رکھا تھا۔ قرآن نے خانہ کعبہ کو قرار دیا۔

"مقام ابراہیم" سے مراد ابراہیمؑ کے قیام کی جگہ۔ یہودیوں نے ہجرت کے بعد کنعان (شام) کو حضرت ابراہیمؑ کے قیام کی جگہ قرار دے رکھا تھا۔ قرآن نے خانہ کعبہ کے قرب وجوار کو ان کے قیام کی جگہ بتایا۔

"مصلّٰی" سے مراد نماز کی جگہ۔ یہودیوں نے بیت المقدس کو عبادت کی جگہ قرار دے رکھا تھا (نماز کی تشکیل کی ان کے یہاں گنجائش نہ رہی تھی) قرآن نے خانہ کعبہ کے قرب وجوار کو نماز کی جگہ بتایا۔

© rasailojaraid.c

دراصل یہودیوں نے خانہ کعبہ سے حضرت ابراہیمؑ کا تعلق ختم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ یہاں تک کہ بیت المقدس (جو حضرت ابراہیمؑ کے سینکڑوں سال بعد حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں بنایا گیا) کے بارے میں کہتے تھے کہ خانہ کعبہ کو نہیں اسی کو حضرت ابراہیمؑ نے بنایا تھا اور قربانی بیٹے اسمٰعیلؑ کی نہیں اسحاقؑ کی کی تھی۔ آیت میں اللہ نے ان کی تمام غلطیوں کو دور کیا اور اس سلسلہ میں انہوں نے توریت میں جو رد و بدل کیا تھا اس کا پردہ چاک کیا۔

کہنا یہ ہے کہ پہلی قیادت و پیشوائی جو بنی اسرائیل کی تھی اس میں بھی خانہ کعبہ کو مرکزیت حاصل تھی اب اس نئی قیادت میں بھی اسی کو مرکزیت حاصل ہو گی۔ درمیان میں جو کچھ ہوا وہ یہودیوں کی غلطی تھی اور اللہ کی کتاب میں تبدیلی کی وجہ سے ایسا ہوا تھا۔

مقام ابراہیم سے خانہ کعبہ کا قرب وجوار مراد لینا زیادہ وسیع ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ پتھر مراد لیا جائے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسی پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔

مفسرین کے یہاں دونوں قول موجود ہیں۔ پتھر بھی مراد لیا گیا ہے اور کعبہ کا قرب وجوار بھی مراد لیا گیا ہے۔ جس میں پوری مسجد حرام آجاتی ہے۔

۵ے اس نئی قیادت کے فرضِ منصبی میں یہ بھی شامل ہے کہ خانہ کعبہ کی مرکزیت برقرار رکھے۔ اس کو خالص اللہ کی عبادت کا گھر بنائے رکھے اور اس کو ظاہری صفائی و ستھرائی کے ساتھ شرک و فسق کی آلودگیوں سے بھی پاک و صاف رکھے خواہ کیسی ہی مزاحمت کرنی پڑے اور خواہ کیسی ہی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑے۔

۶ے امت مسلمہ کی قیادت و پیشوائی برقرار رکھنے کے لئے سر دست جن چند چیزوں کی ضرورت تھی ان کی حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی۔ مثلاً:۔

(۱) دنیوی نعمتیں (۲) خلوص و سچائی اور (۳) کردار کی مضبوطی

پہلی چیز کی دعا اس طرح کی "اے میرے رب اس کو امن و امان کا شہر بنا دیجئے جو یہاں نہیں پایا جاتا ہے۔ لوگوں کو باعزت روزی مہیا فرمائیے جو ان کو میسّر نہیں ہے۔

قیادت و پیشوائی کی پہلی دعا میں حضرت ابراہیمؑ کو ٹوک دیا گیا تھا کہ یہ منصب ان لوگوں کو

com

نہ ملے گا جو ظالم و بے انصاف ہوں گے۔ اب نعمتوں کی دعا میں انہوں نے پہلے ہی احتیاط برت لی اور ایسے لوگوں کو شامل نہیں کیا۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ دنیوی نعمتوں کا معاملہ قیادت و پیشوائی سے جدا ہے۔ یہ نعمتیں دنیوی زندگی میں سب کو دی جاتی ہیں، ان میں کسی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ البتہ یہ دنیا ہی تک رہیں گی۔ آگے کی زندگی میں ان کو اپنے جرموں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

دوسری چیز کی دعا اس طرح کی۔ اے ہمارے رب ہم دونوں باپ بیٹے (ابراہیم و اسمٰعیل) کی خانہ کعبہ کے تعمیر کی یہ کوشش قبول فرما لیجیے۔ آپ ہمارے دلوں کی سچائی سے واقف اور ہماری گذارش کو سننے والے ہیں۔

تیسری چیز کی دعا اس طرح کی اے ہمارے رب ہم دونوں کو مسلمان بنا دیجئے اور ہماری اولاد میں ایک پوری امت کو "امتِ مسلمہ" بنا دیجئے (اعلیٰ کردار اور اللہ کی سچی فرمانبرداری کو ظاہر کرنے کے لیے لفظ "مسلمان" سے بڑھ کر اور کوئی لفظ نہیں ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابراہیمؑ نے "مسلمان" ہونے کی دعا فرمائی۔) اور ہم سب کو اپنی عبادت کے طور طریقے سکھا دیجئے اور ہماری طرف خصوصی توجہ فرمائیے بلاشبہ آپ بندوں پر بہت توجہ فرمانے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

تے امتِ مسلمہ کی قیادت و پیشوائی برقرار رکھنے کے لیے دو اور چیزوں کی ضرورت تھی جو سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ مشکل ہیں۔ ان کی بھی حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی وہ یہ ہیں:

(۴) اعلیٰ درجہ کی سربراہی اور

(۵) تعلیم و تربیت کا مستقل انتظام۔

اعلیٰ درجہ کی سربراہی روحوں اور دلوں کی بستیاں الٹ کر ان میں ایمان و اعتقاد کی قوت بھرتی اور ذہنی و اخلاقی استعداد کی تربیت کرکے فکر و عمل کی نئی دنیا بساتی ہے۔ اسی طرح تعلیم و تربیت سے عقائد و خیالات کی صفائی اور اعمال و اخلاق کی درستی ہوتی اور غلط خیالات و عقائد سے دل و دماغ کی دھلائی ہوتی ہے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں تو کوئی قوم و جماعت ہزار ترقی و خوشحالی کے باوجود دینی قیادت و پیشوائی کے فرائض انجام دینے کے قابل نہیں بنتی ہے۔

آیت میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا انہیں دونوں کے بارے میں ہے۔ پہلی چیز کی دعا حضرت

© rasailojaraid.com

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں قبول ہوئی جو سب سے افضل اور سب سے برتر ہیں اور جن کو نئی عالمی قیادت کا سربراہ بنا کر بھیجا گیا اور دوسری چیز کی دعا اللہ کی ہدایتوں اور کتاب الٰہی کی شکل میں قبول ہوئی جن میں تعلیم و تربیت کا مستقل انتظام ہے اور رہتی دنیا تک جن کی حفاظت کا اہتمام ہے۔

آیت میں چار چیزوں کا ذکر ہے:

(۱) تلاوت آیات

(۲) تعلیم کتاب

(۳) تعلیم حکمت اور

(۴) تزکیہ

تلاوتِ آیات: آیتوں کی تلاوت میں صرف آیتوں کو پڑھنا نہیں ہے بلکہ ان کو دوسروں تک پہونچانا بھی ہے جس میں ترجمہ دسری مطلب خود بخود آجاتا ہے۔

تعلیم کتاب: کتاب کی تعلیم میں معنی و مطلب سمجھانا، موقع و محل بتانا، شکوک و شبہات دور کرنا اور ملنے والی ہدایت و رہنمائی کی طرف متوجہ کرنا، غرض تعلیم سے متعلق اس میں ساری باتیں آجاتی ہیں۔

تعلیم حکمت: حکمت کی تعلیم سے مراد ان باریک اور گہری باتوں کی تعلیم ہے جو آیتوں کے مفہوم میں پوشیدہ ہوتی ہیں اور جن تک بہت غور و فکر کے بعد پہونچا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے بہت اونچے درجے کی سمجھ بوجھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر ایک کی پہونچ حکمت تک نہیں ہوتی ہے۔ (حکمت کی تعلیم اور طریقۂ تعلیم کے لئے راقم کی کتاب حکمت القرآن کا مطالعہ مفید رہے گا۔)

تزکیہ: اس کے معنی صفائی و ستھرائی اور اصلاح و درستگی کے ہیں۔ یہ برے کام چھوڑنے اور بھلے کام کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ ان برائیوں سے نجات ملتی ہے جو ذلّت و پستی کی زندگی میں سرایت کر جاتی ہیں اور ان بھلائیوں کی عادت پڑتی ہے جو ترقی و کامیابی عطا کرتی ہیں۔ تربیت کے لئے تزکیہ کا لفظ نہایت جامع ہے جس کو قرآن نے کئی جگہ استعمال کیا ہے اور جس کی زندگی میں بڑی اہمیت ہے۔

دعا کے آخر میں حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے غلبہ اور اس کی حکمت کی صفتیں ذکر کی ہیں جن

(باقی صفحہ ۱۶)